حدیث مرسل کی حجیت

(فقہاء کی آراء کا تقابلی جائزہ)

محمد امجد *

سعید الرحمن **

یہ ہماری روزمرہ زندگی کا عام دستور ہے کہ جب دولوگ ایک دوسرے کو جانتے ہوں اور وہ اپنی باہمی گفتگو میں کسی واقعہ کا ذکر کریں تو عموماً اسکو سن کر ہی اسکے غلط یا صحیح ہونے کا فیصلہ کر لیا جاتا ہے اور واقعہ کی سند کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ سند کی ضرورت اس وقت محسوس ہوتی ہے جب واقعہ کی صحت میں اختلاف یا شک وشبہ پیدا ہو جائے۔ یہ ایک قدرتی اصول ہے جسکو ہم اپنی عام گفتگو میں لاگو کرتے ہیں۔ فن حدیث میں بھی اسی تدریجی ارتقاء کے نتیجے میں سند کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اسلام کے ابتدائی ادوار میں صدق غالب تھا، اسلئے سند بیان کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی مگر جیسے جیسے دور نبوی ﷺ سے بعد ہوتا گیا اور کذب واختراع کا شیوع ہونے لگا تو سند کا بیان کرنا لازم ہو گیا۔ اسی وجہ سے احادیث کا ایک معتد بہ ذخیرہ مرسل احادیث یعنی ایسی روایات جن کی سند مکمل نہیں ہے، پر مشتمل ہے۔ مرسل احادیث کی اہمیت اور کثرت کی بناء پر انکو مستقل تصانیف میں جمع بھی کیا گیا ہے اور اکثر فقہاء نے اپنے فقہی استنباطات میں ان احادیث سے اخذ واستفادہ بھی کیا ہے۔

لفظ مرسل کا معنی ومفہوم

لفظ مرسل ارسال (باب افعال) سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اس کا مادہ ''ر س ل'' ہے۔ اس مادہ کے لغت میں کئی معانی آتے ہیں۔

(ا) چھوڑنا، بھیجنا، نہ روکنا، مسلط کرنا۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ بہاوالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، پاکستان۔

** پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ بہاوالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، پاکستان۔

"والارسال: التسليط والاطلاق والاهمال والتوجيه"(۱)

اسی وجہ سے رسول کو مرسل بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی طرف بھیجتے ہیں۔ ارسال کے اسی مذکورہ معنی کو اس آیت میں استعمال کیا گیا ہے۔

"الم تر انا ارسلنا الشيٰطين على الكافرين تؤزهم ازا"(۲)

گویا حدیث مرسل کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کا راوی سند کو پورا بیان کیے بغیر یونہی چھوڑ دیتا ہے۔

(۲) رسل کسی چیز کے گروہ اور ریوڑ (قطیع) کو کہتے ہیں اور اس کی جمع ارسال ہے۔

"الرسل، محركة:القطيع من كل شيئ، ج: ارسال، والإبل، او القطيع منها ومن الغنم-"(۳)

اس معنی سے حدیث مرسل کی مناسبت یہ ہے کہ عربی میں رسل کا ہم معنی لفظ قطیع ہے جو کہ لفظ قطع (کاٹنا) سے ماخوذ ہے اور حدیث مرسل میں بھی چونکہ راوی سند کو قطع کر دیتا ہے اور اس کا اتصال ختم کر دیتا ہے لہٰذا اس وجہ سے اس کو یہ نام دیا گیا ہے۔

(۳) استرسال کا لفظ کسی انسان سے انس ہو جانے اور مطمئن ہو جانے کے لیے بولا جاتا ہے۔

"الاسترسال الى الانسان كالاستئناس والطمانينة-"(۴)

گویا حدیث مرسل کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ ارسال کرنے والا راوی ارسال کا عمل اس لیے کرتا ہے کہ ساقط راوی کے بارے میں اس کو پورا اطمینان اور اعتماد ہوتا ہے۔

(۴) ارسال کا لفظ تیزی اور جلدی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً تیز رفتار اونٹنی کو "ناقۃ مرسال" کہا جاتا ہے.

"وناقة مرسال: سهلة السير من مراسيل-"(۵)

گویا ارسال کرنے والے راوی نے جلدی کی اور حدیث کی سند کا ایک حصہ حذف کر دیا۔

درج بالا عبارات سے حدیث مرسل کی مختلف لغوی معانی سے مناسبت واضح ہوتی ہے۔

جمہور محدثین اور فقہاء و علمائے اصول کے درمیان حدیث مرسل کی تعریف میں اختلاف ہے۔ لہٰذا ان دونوں گروہوں کے نزدیک حدیث مرسل کی تعریف کو علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جائے گا۔

حدیثِ مرسل کی اصطلاحی تعریف:

محدثین کے نزدیک حدیث مرسل کی تعریف میں باہمی اختلاف پایا جاتا ہے اور انھوں نے حدیث مرسل کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔

(۱) ابن الصلاح (م ۶۴۳ھ) کہتے ہیں کہ حدیثِ مرسل وہ ہے جس کو کوئی جلیل القدر اور بڑا تابعی آپؐ سے روایت کرے اور اپنی اس روایت میں وہ صحابی کا واسطہ چھوڑ دے۔(۶)

(۲) شیخ جمال الدین قاسمی (م ۱۳۳۲ھ) کے مطابق حدیث مرسل وہ ہے جس کو کوئی تابعی آپؐ سے روایت کرے، برابر ہے کہ وہ تابعی بڑا ہو یا چھوٹا ہو اور برابر ہے کہ وہ حدیث قولی ہو یا فعلی ہو، اکثر محدثین کے ہاں یہی تعریف زیادہ مشہور ہے۔(۷)

(۳) بقول علامہ نووی (م ۶۷۶ھ) حدیث مرسل وہ ہے جس کی سند میں انقطاع ہو چاہے وہ انقطاع کہیں پر بھی ہو۔ گویا مرسل حدیث منقطع کے معنی میں ہے۔ امام نووی نے مسلم کے مقدمہ کی شرح میں اس قول کو فقہاء، اصولیین، خطیب ابو بکر بغدادی اور محدثین کی ایک جماعت کی طرف منسوب کیا ہے۔(۸)

حافظ ابن الصلاح نے بھی علوم الحدیث میں محدثین کے نزدیک مرسل، منقطع اور معضل (۹) کا فرق بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ فقہ اور اصول فقہ میں معروف ہے کہ ان سب قسم کی احادیث کو مرسل کہا جاتا ہے اور یہی مذہب محدثین میں سے ابو بکر خطیب کا ہے۔(۱۰)

فقہاء اور اصولیین کے نزدیک حدیث مرسل کی تعریف میں توسع ہے۔ ان حضرات کے نزدیک مرسل اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی سند میں کہیں بھی کوئی راوی گرا ہوا ہو اور سند منقطع ہو یعنی محدثین کی اصطلاح میں جس حدیث کو منقطع کہا جاتا ہے، اصولیین و فقہاء اس کو مرسل کا نام دیتے ہیں اور غیر متصل حدیث کی تمام اقسام یعنی منقطع، معضل، معلق، مدلس، مرسل خفی اور مرسل ان سب کو حدیث مرسل ہی کہتے ہیں۔

امام غزالی (م ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں:

"وصورته: ان يقول ''قال رسول الله صلى الله عليه وسلم '' من لم يعاصره"(۱۱)

(حدیث مرسل کی صورت یہ ہے کہ ایسا شخص جو آپؐ کے دور کا نہ ہو وہ کہے قال رسول اللہ ﷺ)

علامہ آمدی (م ۶۳۱ھ) حدیث مرسل کی تعریف میں کہتے ہیں:

اختلفوا فی قبول الخبر المرسل وصورته: ما اذا قال من لم یلق النبی وکان عدلا قال رسول اللہ(۱۲)

(حدیث مرسل کے قبول کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب کوئی ایسا عادل راوی جس کی آپؐ سے ملاقات نہ ہوئی ہو وہ کہے قال رسول اللہ ﷺ)

صاحب ابہاج (م۷۵۶ھ) مرسل کی تعریف میں رقم طراز ہیں:

"وعند الاصولیین :المرسل قول من لم یلحق النبی سواء کان تابعیا أم من تابع التابعین فتفسیرالاصولیین اعم من تفسیرالمحدثین-"(۱۳)

(اصولیین کے نزدیک مرسل اس راوی کی حدیث ہے جو آپؐ سے ملا نہ ہو برابر ہے کہ وہ تابعی ہو یا تبع تابعی ہو۔۔۔ اصولیین کی تفسیر محدثین کی تفسیر سے عام ہے)

مندرجہ بالا تمام تعاریف کا تجزیہ کیا جائے تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ اصطلاحات کے تعین میں ارتقاء ہوا ہے، چنانچہ اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ حدیث مرسل، سند کے لحاظ سے غیر متصل حدیث ہے کہ سند میں مذکور آخری راوی نے رسول اللہ ﷺ سے روایت نہیں سنی، لیکن وہ اسکی نسبت آپ ﷺ کی طرف کرتے ہوئے حدیث بیان کرتا ہے۔ بعد ازیں آراء کا اختلاف ہے کہ راوی حدیث کس درجہ کا ہو، کبار تابعین میں سے ہو یا کوئی بھی تابعی ہو یا تبع تابعی بھی ہو سکتا ہے یا اس سے بھی زیریں درجہ کا ہو سکتا ہے، اس طرح کی حدیث کی استدلالی حیثیت فقہاء کرام میں زیر بحث رہی ہے۔

ذیل میں حدیث مرسل کی حجیت کے بارے میں فقہاء کرام کی آراء کا تجزیہ کیا جارہا ہے۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک حدیثِ مرسل کی حجیت

امام ابو حنیفہ (م۱۵۰ھ) کے بارے میں عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ وہ مرسل روایت بلا کسی قید کے مطلقاً قبول کرتے ہیں۔ علامہ آمدی نے اپنی کتاب "الاحکام فی اصول الاحکام" میں ابو حنیفہ و مالک (م۱۷۹ھ) اور مشہور روایت کے مطابق احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ) کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ حدیث مرسل کو مطلقاً قبول کرتے ہیں(۱۴) اور خود بھی اس قول کو پسند کیا ہے۔ علامہ اسنوی (م۷۷۲ھ) نے بھی نہایۃ السول میں مطلقاً حدیث مرسل کے قبول کرنے کو امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد کی طرف منسوب کیا ہے۔(۱۵)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ اور جمہور احناف مطلقاً حدیث مرسل کو قبول کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے مذہب میں تفصیل ہے جیسا کہ احناف کی اصول کی کتابوں میں یہ تفصیل مذکور ہے۔ احناف حدیث مرسل کی درج ذیل چار قسمیں بناتے ہیں۔

۱) صحابی کی مرسل(۱۶) دوسرے علماء و فقہاء کی مانند احناف کے نزدیک بھی حجت ہے کیونکہ صحابی کی روایت میں ایک امکان تو یہ ہے کہ اس نے خود سنی ہو گی اور دوسرا امکان یہ ہے کہ اس نے کسی دوسرے صحابی سے سنی ہو گی اور حدیث بیان کرتے وقت اس کا ذکر نہیں اور یہ بات امت کے نزدیک طے ہے کہ صحابہ سب عادل ہیں۔ لہٰذا صحابی کی مرسل روایت چاروں ائمہ کے نزدیک حجت ہے۔(۱۷)

یہ قول صحیح ہے کہ صحابی کی مرسل روایت مقبول ہے۔ خواہ صحابی نے اس بات کی تصریح کی ہو کہ وہ صرف ثقہ سے روایت کرتا ہے یا تصریح نہ کی ہو۔ برابر ہے کہ وہ صحابی ثقہ سے روایت کرنے میں معروف ہو یا نہ ہو۔ اس قول کے صحیح ہونے کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ صحابہ مرسل احادیث بیان کرتے تھے اور اس پر کبھی کسی صحابی نے اعتراض نہیں کیا کیونکہ اگر کسی نے اعتراض کیا ہوتا تو روایات میں اس کا ذکر ہوتا۔ لہٰذا یہ بات واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ صحابی کی مرسل روایت کے قبول کرنے پر صحابہ کا اجماع تھا۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس اور دوسرے صغار صحابہ مثلاً عبد اللہ بن زبیر، جعفر بن ابی طالب، نعمان بن بشیر وغیرہ صحابہ کرام(۱۸) کی روایت کے قبول کرنے پر امت کا اجماع ہے حالانکہ ان صحابہ کی اکثر روایات مرسل ہیں۔(۱۹)

حضرت عبد اللہ بن عباس کے حوالہ سے بعض حضرات نے کہا کہ انھوں نے آپؐ سے صرف دس احادیث سنی ہیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ چار احادیث سنی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس یا کسی اور صحابی سے مروی ہے کہ جو بھی حدیث ہم تم کو بیان کریں ضروری نہیں ہے کہ وہ ہم نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو۔(۲۰)

۲) قرن ثانی اور قرنِ ثالث کی مرسل روایت یعنی کوئی تابعی یا تبع تابعی مرسل روایت ذکر کرے تو احناف کے نزدیک ایسی مرسل روایت بھی حجت ہے بلکہ خبازی(م ۶۹۱ھ) کے بقول مسند (متصل) روایت سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ تابعین اور تبع تابعین کی یہ عادت تھی کہ جب وہ کسی حدیث کو کئی مختلف سندوں سے سنتے تھے تو وہ ان

سندوں کو ذکر کیے بغیر بلا واسطہ کہہ دیتے تھے: "قال رسول الله كذا۔" اور جب ان تک خبر کسی ایک واسطے سے پہنچتی تھی تو وہ اس کی مکمل سند بیان کرتے تھے تاکہ وہ ذمہ داری اپنے اوپر نہ لیں بلکہ اس کے ذمہ ڈال دیں جس سے انھوں نے سنی ہے۔(۲۱) گویا راوی کو اپنی سند پر اس قدر اعتماد ہے کہ وہ اس نے اپنی ذمہ داری پر حدیث کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی جانب کی ہے۔

قرونِ ثانی اور قرونِ ثالث کی مرسل روایات کو احناف اس وقت قبول کرتے ہیں جب راوی کے بارے میں یہ بات معروف نہ ہو کہ وہ غیر ثقہ یا غیر عادل سے روایت کرتا ہے کیونکہ قرونِ ثلاثہ کے لیے آپؐ نے صدق و خیر کی گواہی دی ہے (۲۲) لہٰذا اس گواہی کی وجہ سے ان کی عدالت ثابت شدہ ہے جب تک کہ اس کے خلاف کوئی بات نہ ظاہر ہو جائے۔(۲۳)

۳) اگر قرونِ ثلاثہ سے نچلے درجہ کا کوئی راوی مرسل روایت بیان کرے تو احناف کے نزدیک ایسی روایت مقبول نہ ہو گی مگر اس صورت میں کہ جب راوی کے بارے میں یہ بات مشہور و معروف ہو کہ وہ خود بھی ثقہ ہے اور وہ صرف ثقہ لوگوں سے ہی ارسال کرتا ہے مثلاً امام محمد بن حسن شیبانی (م۱۸۹ھ) کی مرسل روایات۔ ثقہ سے ارسال کرنے میں مشہور ہونے کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ آپؐ کے فرمان کے مطابق قرونِ ثلاثہ کے بعد جھوٹ و کذب عام ہو جائے گا اور قرونِ ثلاثہ کے بعد والے زمانوں کے لیے آپؐ نے صدق و خیر کی گواہی بھی نہیں دی۔ لہٰذا جب تک راوی کے بارے میں یہ اطمینان نہ ہو کہ وہ ہمیشہ ثقہ سے ہی ارسال کرتا ہے، اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔(۲۴)

۴) وہ روایت جس کی ایک سند مرسل ہو اور دوسری سند متصل ہو تو اکثر علمائے احناف ایسی روایت کو قبول کرتے ہیں جیسا کہ حدیث "لانكاح الا بولی۔"(۲۵) کو اسرائیل بن یونس نے متصل ذکر کیا ہے اور شعبہ نے مرسل ذکر کیا ہے۔ لہٰذا حدیث کا اتصال، ارسال پر غالب ہو گا۔ ایسی روایت میں ایک قول عدم قبولیت کا ہے کیونکہ حدیث کا اتصال تعدیل کی مانند ہے اور ارسال جرح کی مانند ہے اور جب جرح و تعدیل میں تعارض ہو جائے تو جرح کو ترجیح دی جاتی ہے۔(۲۶)

درج بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ احناف کے ہاں بنیادی شرط یہ ہے کہ ارسال کرنے والے کا ثقہ ہونا ضروری ہے۔ ثقہ راوی کی روایت کی حجیت کے کچھ دلائل صاحب مہذب نے ذکر کیے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ ارشاد خداوندی ہے: فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَاۗىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ(۲۷)

اس آیت میں نکلنے والے گروہ پر یہ بات واجب کی گئی ہے کہ جب وہ اپنی قوم کے پاس دین سیکھ کر واپس آئیں تو ان کو ان کے اعمال بد کے انجام سے ڈرائیں اور اس آیت میں اس بات میں کوئی تفریق نہیں کی گئی کہ ڈرانے کے لیے مسند روایت ذکر کریں یا مرسل۔ لہٰذا یہ آیت مسند کی طرح مرسل کی حجیت پر بھی دلالت کرتی ہے۔

۲۔ ارشاد ربانی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ(۲۸)

اس آیت میں تحقیق خبر کو اس وقت ضروری قرار دیا گیا ہے جب خبر دینے والا فاسق ہو۔ چنانچہ از روئے مفہوم مخالف اگر مخبر فاسق نہ ہو بلکہ عادل و ثقہ ہو تو اس کی خبر قبول کرنا ضروری ہو گا برابر ہے کہ وہ خبر مرسل ہو یا مسند ہو۔

۳۔ عادل اور ثقہ راوی کا ظاہر حال اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ حدیث کو صرف اسی وقت آگے روایت کرے گا جب اس کو اس بات کا یقین یا غالب گمان ہو گا کہ یہ قول آپؐ کا ہی ہے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب حذف کیے گئے راوی کی عدالت اس کے نزدیک ثابت ہو۔

۴۔ عادل راوی کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ حدیث کو مرسل اس وقت بیان کرتا ہے جب اسکو اس حدیث کے ثابت ہونے کا یقین ہو۔ اگر شک ہو تو ارسال نہیں کرتا بلکہ اس شیخ کا نام ذکر کر دیتا ہے جس سے اس نے روایت سنی ہے تاکہ ذمہ داری اس شیخ پر پڑے۔ یہ عادل رواۃ کی عام عادت تھی اور کئی تابعین کے اقوال اس کی تائید کرتے ہیں۔(۲۹)

یاد رہے کہ حنفیہ میں سے عیسیٰ بن ابان(م۲۲۱ھ) کا مذہب جمہور احناف سے مختلف ہے کیونکہ ان کے نزدیک صرف قرونِ ثلاثہ کی مرسل روایت مقبول ہو گی یا پھر ان آئمہ کی مرسل روایت مقبول ہو گی جو فن جرح و تعدیل کے ماہر ہوں گے۔(۳۰) قرونِ ثلاثہ کی مرسل کے مقبول ہونے کی دلیل یہ مشہور حدیث ہے۔

((خير القرون قرني، ثم الذين يلونهم ، ثم الذين يلونهم))(۳۱)

یہ حدیث قرون ثلاثہ کے خیر ہونے پر دال ہے لہٰذا ان کی مرسل روایات بھی مقبول ہوں گی اور آئمہ جرح و تعدیل کی مرسل اس لیے مقبول ہو گی کہ وہ چونکہ اپنے فن کے ماہر ہیں لہٰذا انھوں نے ارسال لا محالہ چھوڑے ہوئے راوی پر مطمئن ہونے کے بعد کیا ہو گا۔

امام مالک کے نزدیک حدیث مرسل کی حجیت

مرسل حدیث کی حجیت کے بارے میں امام مالک سے دو قول منقول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حدیث مرسل حجت نہیں ہے۔ یہ قول صرف ابوعبداللہ الحاکم نے ذکر کیا ہے اور اس کا مأخذ بیان نہیں کیا۔ علماء کی ایک بڑی جماعت کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ قول نہ تو درست ہے اور نہ ہی مشہور ہے۔ (۳۲)

دوسرا قول یہ ہے کہ حدیث مرسل امام مالک کے نزدیک حجت ہے۔ اصول کی عام کتب میں یہی قول مذکور ہے اور امام مالک کے حوالہ سے یہی قول مشہور ہے۔ (۳۳)

امام مالک کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام مالک نے اپنی کتاب مؤطا میں بہت سی مرسل روایات ذکر کی ہیں جن کو بلاغات مالک کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی کچھ مثالیں ابوزھرہ (م۱۳۹۴ھ) نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں۔ (۳۴)

علاوہ ازیں اکثر علماء نے اس قول کا ذکر کیا ہے اور اسی قول کو مشہور قرار دیا ہے اور یہ حقیقت تمام اہل علم میں مسلمہ ہے کہ غیر ثقہ کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

اسی بناء پر مالکی عالم ابوالید الباجی (م۴۷۳ھ) حدیث مرسل کی حجیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولا خلاف انه لا یجوز العمل بمقتضاه اذا کان المرسل له غیر متحرز یرسل عن الثقات وغیرھم۔ فاما اذا علم من حاله انه لا یرسل الا عن الثقات فان جمھور الفقھاء علی العمل بموجبه کابراھیم النخعی و سعید بن المسیب والحسن البصری والصدر الاول کلھم، وبه قال مالک "(۳۵)

یعنی اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب مرسل راوی ثقہ اور غیر ثقہ سے ارسال کرنے میں احتیاط نہ کرتا ہو تو اس کی مرسل روایت کے مقتضیٰ پر عمل کرنا جائز نہیں۔ البتہ جب مرسل راوی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ صرف ثقہ راویوں سے ارسال کرتا ہے تو جمہور فقہاء اس کی روایت پر عمل کرتے ہیں مثلاً ابراہیم نخعی (م۹۶ھ)، سعید بن المسیب (م۹۳ھ)، حسن بصری (م۱۱۰ھ)، صدر اول کے تمام فقہاء اور یہی قول امام مالک کا ہے۔

ابن عبد البر (م۴۶۳ھ) نے اپنی کتاب "التمهيد" میں حدیث مرسل کے قبول کرنے کے لیے دو شرطیں ذکر کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ارسال کرنے والا راوی خود ثقہ ہو اور دوسرا یہ کہ وہ صرف ثقہ راویوں سے ارسال کرتا ہو۔

"والاصل فی هذا الباب: اعتبار حال المحدث، فان کان لا یأخذ الا عن ثقه، وهو فی نفسه ثقة، وجب قبول حدیثه مرسله و مسنده۔"(۳۶)

علاوہ ازیں یہ بات ظاہر ہے کہ مرسل روایات کو قبول کر لینا امام مالک کے زمانہ میں عام تھا کیونکہ ثقہ تابعین نے یہ بات واضح طور پر بیان کی ہے کہ اگر وہ حدیث کئی صحابہ سے روایت کریں تو وہ صحابی کا نام چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ جب کسی حدیث پر چار صحابی اکٹھے ہو جائیں تو میں اس کو مرسل بیان کرتا ہوں۔ انھی کا قول ہے کہ جب میں کہوں "حدثنی فلان" تو وہ حدیث صرف اسی فلان نے بیان کی ہے اور کسی نے نہیں کی اور جب میں کہوں "قال رسول اللہ" تو میں نے وہ حدیث ستر یا اس سے زائد لوگوں سے سنی ہو گی۔ اسی طرح الاعمش (م۱۴۵ھ) کا قول ہے کہ انھوں نے ابراہیم نخعی سے کہا کہ جب آپ حضرت عبداللہ بن مسعود سے حدیث روایت کریں تو مجھے سند بھی بیان کر دیا کریں۔ ابراہیم نخعی نے جواب دیا: جب میں کہوں "قال عبداللہ" تو ایک سے زیادہ لوگوں نے حدیث بیان کی ہو گی۔ ان اقوال سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وضع احادیث کی کثرت سے پہلے ارسال عام تھا لیکن جب جھوٹ اور وضع احادیث عام ہو گیا تو علماء سند بیان کرنے کی طرف مجبور ہو گئے تاکہ راوی معلوم ہو اور اس کے مذہب (عمل و عقیدہ) کا علم ہو۔ اسی لیے ابن سیرین (م۱۱۳ھ) کا قول ہے "ہم حدیث کی سند بیان نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ فتنہ پھیل گیا۔"(۳۷)

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مالکیہ کے نزدیک مرسل راوی اگر خود ثقہ ہے اور ثقات سے ارسال کرتا ہے تب تو حدیث مرسل حجت ہو گی ورنہ نہیں۔

امام شافعی کے نزدیک حدیث مرسل کی حجیت

امام شافعی (م۲۰۴ھ) کی نسبت امام الحرمین الجوینی (م۴۷۸ھ) کی رائے ہے کہ وہ حدیث مرسل کو مطلقاً قبول نہیں کرتے (۳۸)

شوافع میں سے امام غزالی صحابہ کی مرسل احادیث کو بھی مطلقاً قبول نہیں کرتے بلکہ وہ اس میں ایک قید کا اضافہ کرتے ہیں۔ المستصفیٰ میں رقم طراز ہیں:

”والمختار - علی قیاس رد المرسل- ان التابعی والصحابی اذا عرف بصریح خبره او بعادته انه لا یروی الا عن صحابی- قبل مرسله- وان لم یعرف ذلک، فلا یقبل، لأنهم قد یروون عن غیر الصحابی من الاعراب الذین لا صحبة لهم، وانما ثبتت لنا عدالة اهل الصحبة-“(۳۹)

یعنی مختار مذہب یہ ہے کہ تابعی اور صحابی کے اپنے صریح قول یا عادت سے جب یہ پتہ چل جائے کہ وہ صرف صحابی سے ہی روایت کرتا ہے پھر تو اس کی مرسل روایت مقبول ہو گی اور اگر اس کا پتہ نہ چل سکے تو مقبول نہ ہو گی کیونکہ یہ حضرات بدوؤں میں غیر صحابی سے بھی بعض اوقات روایت کر لیتے تھے جن کو صحابیت کا شرف حاصل نہیں تھا اور ہمارے نزدیک صرف صحابہ کی عدالت ثابت ہے۔

امام غزالی کی ذکر کردہ قید درست نہیں ہے کیونکہ ایک تو جمہور علماء نے اس قید کا اعتبار نہیں کیا۔ دوسرا صحابہ کے ظاہر حال سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ صرف ایسے شخص سے ہی روایت کرتے تھے جس کی عدالت ثابت ہوتی تھی اور جس نے آپؐ سے حدیث کو سنا ہوتا تھا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ صحابی ایک غیر عادل سے حدیث سن کر اور اس کا ذکر حذف کر کے اس کو آگے روایت کر دے حالانکہ صحابہ کے واقعات کا تتبع کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ حدیث کی روایت میں کس قدر اہتمام اور احتیاط کرتے تھے۔

صحابہ کی مرسل احادیث امام شافعی کے نزدیک بھی حجت ہیں جیسا کہ جمہور فقہاء صحابہ کی مرسل احادیث کو قبول کرتے ہیں(۴۰)۔ تابعین میں سے امام شافعی کبار تابعین کی مرسل روایات کو قبول کرتے ہیں مثلاً سعید بن المسیب کی مرسل روایت حجت ہے کیونکہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جس راوی کو وہ ساقط کرتے ہیں وہ صحابی ہی ہوتا ہے۔(۴۱)

قاضی ابن الطیب (م ۴۰۳ھ) نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی حدیث مرسل پر عمل کو جائز نہیں سمجھتے مگر درج ذیل شرائط میں سے کوئی شرط موجود ہو تو پھر حدیث مرسل قابل عمل ہو گی۔

۱۔ ارسال کرنے والے راوی کے علاوہ کوئی دوسرا راوی اس کو مسند بیان کرے۔

۲۔ صحابی کا اس مرسل روایت پر عمل ثابت ہو یا اس کے مطابق ہو۔

۳۔ عام اور اکثر علماء اس روایت پر عمل کریں اور اس کے مطابق فتوی دیں۔

۴۔ ارسال کرنے والا صرف ثقہ لوگوں سے ارسال کرے۔ اسی لیے امام شافعی نے سعید بن المسیب کی مرسل روایات کو حسن قرار دیا ہے کیونکہ یہ روایات ان پر واضح تھی اور ان کی سند ان کے علم میں تھی۔(۴۲)

۵۔ اس ارسال کرنے والے راوی کے علاوہ کوئی دوسرا راوی کسی دوسرے شیخ سے اس حدیث کو مرسل بیان کرے۔(۴۳)

فخر الدین رازی (م۶۰۶ھ) المحصول میں امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں:

"لا اقبل المرسل الا اذا كان الذى أرسله مرة واسنده اخرى، اقبل مرسله، أو أرسله هو واسنده غيره وهذا اذا لم تقم الحجة بإسناده، أو أرسله راو اخر ويعلم ان رجال احدهما غير رجال الاخر أو عضده قول صحابى او قول اكثر اهل العلم، او علم انه لو نص لم ينص الا على من ليسوغ قبول خبره۔"(۴۴)

ان شرائط سے امام شافعی کی غرض یہ ہے کہ چونکہ حذف کردہ راوی کی عدالت نامعلوم ہے کیونکہ اس کی شخصیت مجہول ہے اور اس مرسل روایت کے سچ ہونے کا غالب گمان نہیں ہے۔ لہٰذا ان شرائط میں سے اگر کوئی شرط پائی جائے گی تو اس سے حدیث میں قوت پیدا ہو جائے گی اور حدیث کے سچ ہونے کا غالب گمان حاصل ہو جائے گا لہٰذا وہ حدیث قابل عمل ہوگی۔ لیکن اس کے باوجود بہر حال مرسل روایت متصل سے کم درجہ پر ہوگی۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک حدیث مرسل کی حجیت

صحابہ کرام کی مرسل روایت کو قبول کرنے میں امام احمد بن حنبل اور حنابلہ جمہور علماء کے ساتھ ہیں اور صحابہ کی مرسل روایات کو بلا کسی قید کے مطلقاً قبول کرتے ہیں۔ مذہب حنابلہ کے ترجمان ابن قدامہ کہتے ہیں کہ صحابہ کی مرسل روایات جمہور کے نزدیک مقبول ہیں۔ آگے چل کر ابن قدامہ (م۶۲۰ھ) امام غزالی کے مختار قول کی نفی کرتے ہیں جس میں انھوں نے صحابہ کی مرسل روایات کو قبول کرنے میں ایک قید کا اضافہ کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ امت نے حضرت ابن عباس اور ان جیسے دوسرے اصاغر صحابہ کی روایت کے قبول کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ حالانکہ ان صحابہ نے کثرت سے مرسل احادیث روایت کی ہیں۔(۴۵)

مزید فرماتے ہیں: ظاہر یہی ہے کہ صحابہ صرف صحابی سے ہی روایت کرتے تھے اور صحابہ کی عدالت معلوم ہے اور اگر وہ غیر صحابی سے روایت کریں تو اسی شخص سے کریں گے جس کی عدالت معلوم ہو، غیر عادل سے روایت کرنا بہت بعید وہم ہے جس کی طرف نہ التفات کیا جا سکتا ہے اور نہ اعتماد کیا جا سکتا ہے۔(۴۶)

غیر صحابی کی مرسل روایات کے بارے میں معروف حنبلی فقیہ قاضی ابویعلیٰ (م۴۵۸ھ) نے اپنی کتاب "العدۃ" میں مرسل کو حجت قرار دیا ہے اور کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ مرسل کی حجیت پر دلائل پیش کیے ہیں اور عدم حجیت کے دلائل ذکر کر کے ان کا رد کیا ہے۔ اور مرسل کے حجت ہونے کے بارے میں امام احمد بن حنبل کے دو قول ذکر کیے ہیں ایک قول کے مطابق غیر صحابی کی مرسل روایت حجت ہے اور دوسرے قول کے مطابق حجت نہیں ہے۔ اور پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔(۴۷)

ابوالخطاب (م۵۱۰ھ) نے بھی کتاب التمہید میں امام احمد بن حنبل کی دو روایتیں ذکر کی ہیں اور حدیث مرسل کی قبولیت کو شیخ کا پسندیدہ قول قرار دیا ہے۔(۴۸)

ابن قیم (م۷۵۱ھ) نے امام احمد بن حنبل کے اصول و قواعد سے گہری واقفیت کی بناء پر حدیث مرسل کے بارے میں امام احمد کا مؤقف یہ بیان کیا ہے کہ حدیث مرسل اور ضعیف پر عمل کیا جائے گا اگر اس بارے میں کوئی اور حدیث اس کے مخالف نہ ہو اور امام احمد حدیث مرسل اور ضعیف کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔(۴۹)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد مرسل حدیث کو قبول کرتے ہیں لیکن درجہ میں اس کو مسند (متصل) سے کم قرار دیتے ہیں اور قیاس اور رائے پر مرسل کو ترجیح دیتے ہیں۔ ابوزہرہ اپنی کتاب میں مرسل کے بارے میں امام احمد کی رائے ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"امام احمد نے مرسل کو ضعیف احادیث میں شمار کیا ہے جن کی اصل مردود ہونا اور غیر مقبول ہونا ہے۔ اسی لیے انھوں نے مرسل کو صحابہ کے فتاویٰ پر مقدم کیا ہے۔ حالانکہ وہ اس کو صحیح حدیث پر کبھی بھی مقدم نہیں کرتے۔ چنانچہ یہ مقدم کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ وہ اس کو ضعیف شمار کرتے ہیں اور صحیح شمار نہیں کرتے۔"(۵۰)

حدیث مرسل کی حجیت کے بارے میں امام احمد بن حنبل کے مذہب کو درج ذیل نکات کی شکل میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ امام احمد بن حنبل جمہور کے ساتھ اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کی مرسل روایات بلاکسی قید مقبول ہیں۔

۲۔ غیر صحابی کی مرسل اس وقت حجت ہو گی جب اس کے خلاف کوئی اور نص، صحابی کا قول یا اجماع موجود نہ ہو۔

۳۔ صحابی کا فتوی غیر صحابی کی مرسل روایت پر مقدم ہو گا۔

۴۔ مرسل روایات قیاس پر مقدم ہیں۔

۵۔ مرسل روایات بھی درجہ کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں جیسا کہ ضعیف روایات کے مختلف درجے ہیں۔

۶۔ مرسل روایت ضعیف حدیث کی مانند ہے۔

۷۔ متصل روایت مرسل روایت پر مقدم ہوگی۔

امام جعفر صادق کے نزدیک حدیث مرسل کی حجیت

شیعہ امامیہ اگرچہ فقہی مذہب کے اعتبار سے اپنے آپ کو امام جعفر صادق (م۱۴۸ھ) کی طرف منسوب کرتے ہیں اور جعافرہ یا جعفریہ کہلاتے ہیں لیکن درحقیقت فقہ واصول میں وہ صرف امام جعفر صادق کی آراء واجتھاد کو ہی نہیں لیتے بلکہ ان کے ہاں تمام ائمہ معصومین کے اقوال و آراء فقہ و اصول کے ماخذ ہیں۔ اس لیے ہم درج ذیل سطور میں یہ دیکھیں گے کہ شیعہ امامیہ کے نزدیک حدیث مرسل کی کیا حیثیت ہے۔

شیعہ امامیہ کے نزدیک حدیثِ مرسل کا تصور اہل سنت کے تصور سے مختلف ہے۔اسکی بنیادی وجہ حدیث کی تعریف میں اختلاف ہے۔اہل سنت کے نزدیک آپؐ کا قول وفعل اور تقریر حدیث کہلاتا ہے جبکہ شیعہ امامیہ کے نزدیک معصوم کا قول وفعل اور تقریر حدیث کہلاتا ہے اور معصوم سے مراد آپؐ اور ائمہ اثناعشر ہیں۔شیعہ اصول کی بنیادی کتاب مبادی اصول فقہ میں سنت کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے۔

"السنة: هی قول المعصوم و فعله و تقریره ...والمقصود من المعصوم هنا النبی والائمة الاثنا عشر من اهل بیته۔"(۵۱)

لہٰذا شیعہ امامیہ کے نزدیک متصل حدیث وہ کہلائے گی جس کی سند امام معصوم تک متصل ہو اور معصوم کے بعد آپؐ تک حدیث کا اتصال ضروری نہیں ہے کیونکہ امام معصوم کا قول بذاتِ خود حجت ہے اور سنت ہے۔ لہٰذا امام معصوم سے یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے وہ قول کہاں سے لیا۔اسی طرح مرسل حدیث وہ کہلائے گی جس کی سند امام معصوم تک متصل نہ ہو اور کہیں پر کوئی راوی گرا ہو۔

"المسند: وهو ما اشتمل سنده علی جمیع اسماء رواته، ممن ینقله عن المعصوم الی من ینقله الینا۔

المرسل: وهو ما لم یشتمل سنده علی جمیع اسماء رواته۔"(۵۲)

شیعہ امامیہ کے نزدیک حدیث مرسل کی حجیت کے بارے میں ابوزہرہ نے چار اقوال ذکر کیے ہیں:

۱۔ اگر ارسال کرنے والا راوی ثقہ ہو تو اس کی مرسل حدیث بلا کسی قید کے مقبول ہو گی کیونکہ وہ حدیث کا جوابدہ ہے لہٰذا اس کا قول مقبول ہو گا۔ یہ قول امامیہ کے نزدیک مرجوح ہے بلکہ تقریباً مردود ہے۔

۲۔ مرسل روایت بالکل حجت نہیں ہے کیونکہ روایت کا دار و مدار سند کے تمام رواۃ پر ہے۔ لہٰذا ان سب کا معروف ہونا ضروری ہے تاکہ ان کی ثقاہت و عدالت کا علم ہو سکے۔ محدث کا قول کسی راوی کے بارے میں اسی وقت قبول کیا جائے گا جب اس کی ذات معلوم ہو اور جس راوی کا ذکر نہ کیا جائے اس کا تزکیہ کیسے ہو سکتا ہے۔

۳۔ اس قول میں تفصیل ہے کہ ارسال کرنے والا راوی ثقہ ہو اور وہ اس بات میں مشہور ہو کہ وہ صرف ثقہ راویوں سے روایت کرتا ہے اور روایت کو مرسل اس وقت بیان کرتا ہے جب کئی عادل لوگوں سے روایت کرے۔ اس قول کو بعض شیعہ علماء نے ترجیح دی ہے اس وجہ سے کہ راوی کا ظاہر حال اس بات کا شاہد ہے کہ اس کی روایت قبول کرنا متعین ہے۔

۴۔ وہ عادل راوی جو اس بات میں مشہور ہو کہ وہ ثقہ سے روایت کرتا ہے اس کی مرسل روایت اس شرط پر قبول کی جائے گی کہ وہ کسی اور متصل السند حدیث کے متعارض نہ ہو۔ بعض شیعہ علماء نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے۔(۵۳)

شیعہ عالم ابو منصور جمال الدین (م۷۴۶ھ) نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے کہ حدیث مرسل بالکل قابل قبول نہیں ہو گی کیونکہ حذف کردہ راوی کی عدالت مجہول ہے۔(۵۴)

علامہ عبد الھادی الفضلی (م۱۴۳۴ھ) حدیث مرسل کی حجیت پر کلام کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مرسل الثقة: وهو ما ينسبه الى المعصوم، راوٍ يطمئن علماء الرجال الى انه لا يروى الا عن ثقة، وهو حجة فى راى كثير من علماء اصول الفقه۔

مرسل غير الثقة: وهو ما ينسبه الى المعصوم، راو مجهول الحال فى كيفية روايته وهو ليس بحجة فى رأي علماء اصول الفقه، الا اذا عمل بمضمونه الفقهاء فيعد حجة فى راي بعض علماء اصول الفقه۔''(۵۵)

علامہ عبد الھادی الفضلی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا ثقہ راوی جس کے بارے میں علمائے جرح وتعدیل مطمئن ہوں کہ وہ صرف ثقہ سے روایت کرتا ہے اس کی مرسل روایت اکثر علمائے اصول کے نزدیک حجت ہے اور اگر وہ

راوی مجہول الحال ہے تو اس کی مرسل روایت حجت نہیں ہو گی الا یہ کہ فقہاء اس کی روایت کے مضمون پر عامل ہوں تو بعض اصولیین نے اس کو حجت قرار دیا ہے۔

علامہ عبدالھادی کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ شیعہ امامیہ کے نزدیک راجح قول کے مطابق حدیث مرسل حجت ہے بشرطیکہ مرسل راوی ثقہ ہو اور ثقہ سے روایت کرنے میں مشہور ہو۔

حدیث مرسل کے بارے میں دیگر اہل علم کی آراء

فقہائے خمسہ کے علاوہ دیگر اہل علم نے بھی حدیث مرسل کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ ان میں سے چند حضرات کی رائے ذکر کی جاتی ہے۔ علامہ جمال الدین قاسمی نے مشہور محدث امام ابوداؤد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ امام اوزاعی (م۱۵۸ھ) اور امام سفیان ثوری (م۱۶۱ھ) ، امام ابو حنیفہ اور امام مالک کی مانند حدیث مرسل کو حجت سمجھتے تھے۔

" اما المراسیل فقد كان اكثر العلماء يحتجون بها فيما مضى مثل سفيان الثورى، مالک واوزاعی۔"(۵۶)

محقق محدثین جیسے یحیی بن سعید القطان (م۱۹۸ھ) اور علی بن المدینی (م۲۳۴ھ) وغیرہ کا رجحان امام شافعی کے موقف کی طرف ہے کہ بعض شرائط کی موجودگی میں حدیث مرسل کو قبول کیا جاسکتا ہے۔(۵۷)

فقہائے احناف میں سے امام طحاوی (م۳۲۱ھ) کی رائے یہ ہے کہ حدیث مرسل کی تائید اگر خارجی دلائل و قرائن سے ہو رہی ہو تو قابل حجت ہے ورنہ نہیں۔ امام طحاوی نے اپنے اس موقف کا اظہار "لیلۃ الجن" والی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے کیا ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ ابوعبیدہ کی سماعت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ثابت نہیں ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ ابوعبیدہ کا تبحر علمی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک انکا مقام اور انکی وفات کے بعد انکے شاگردوں سے تعلق، یہ تمام امور ابوعبیدہ کی روایت کو حجت بناتے ہیں۔(۵۸)

امام ابن تیمیہ (م۷۲۸ھ) اپنی مشہور کتاب "منہاج السنۃ النبویۃ" میں حدیث مرسل پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"والمراسيل قد تنازع الناس فى قبولها وردها،واصح الاقوال ان منها المقبول ومنها المردود ومنها الموقوف، فمن علم من حاله انه لايرسل الا عن ثقة قبل مرسله، ومن عرف انه يرسل عن الثقة وغير الثقة كان

ارساله رواية عمن لايعرف حاله، فهذا موقوف، وما كان من المراسيل مخالفا لماروواه الثقات كان مردودا۔"(۵۹)

"اہل علم کا حدیث مرسل کی حجیت کے بارے میں اختلاف ہے لیکن اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ کچھ مراسیل قطعی طور پر قابل قبول ہیں اور کچھ قطعاً نا قابل قبول ہیں اور کچھ کے بارے میں توقف بہتر ہے۔ چنانچہ جو خود ثقہ ہو اور ثقہ راویوں سے روایت لینے کا عادی ہو، اسکی مرسل روایات قابل حجت ہیں لیکن جو ہر کس و ناکس سے روایت کرتا ہو تو ماخوذ عنہ کے مجہول ہونے کی وجہ سے اسکی روایت میں توقف کیا جائے گا اور جو مرسل روایات ثقہ کی روایات کے مخالف ہوں، انکو رد کر دیا جائے گا۔"

خلاصہ یہ ہے کہ اہل علم کی بھاری اکثریت کے ہاں مرسل صحابی حجت ہے، جبکہ تابعی کی مرسل روایت کے بارے میں تین نقطہ نظر مشہور ہیں:

مرسل حدیث کو مسترد کیا جائے گا۔ دلیل یہ ہے کہ ہمیں حذف کردہ راوی کے نام کا علم نہیں، عین ممکن ہے کہ وہ ایسا راوی ہو جو حدیث روایت کرنے میں ضعیف ہو۔

مرسل حدیث صحیح ہے اور اس سے نتائج اخذ کیے جائیں گے۔ یہ تین بڑے ائمہ یعنی ابو حنیفہ، مالک اور احمد بن حنبل کا نقطہ نظر ہے۔ علماء کا یہ گروہ اس بنیاد پر اس قسم کی حدیث کو قبول کرتا ہے کہ راوی خود ثقہ ہو اور مرسل حدیث صرف ثقہ راوی سے ہی روایت کی گئی ہو۔

مرسل حدیث کو کچھ شرائط کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ یہ نقطہ نظر امام شافعی کا ہے۔

جبکہ تابعی سے نیچے کے درجہ کے راوی کی مرسل حدیث حنفیہ اور جعفریہ کے ہاں حجت ہے بشرطیکہ اس کی ذاتی شہرت ثقاہت کی ہو اور یہ کہ وہ ارسال بھی ثقات سے ہی کرتا ہو۔

دلائل کے اعتبار سے جمہور فقہاء کا جو نقطہ نظر ہے کہ مرسل حدیث صحیح ہے اور اس سے نتائج اخذ کیے جائیں گے بشرطیکہ ارسال کرنے والا ثقہ ہو، زیادہ وزنی معلوم ہوتا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

(۱) فیروزآبادی، مجد الدین، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ص ١٠٠٦

(۲) مریم ۱۹:۸۳

(۳) فیروزآبادی، القاموس المحیط، ص ١٠٠٥

(۴) افریقی، ابن منظور، لسان العرب، دارالمعارف، قاہرہ، ۳/۱۶۴۴

(۵) فیروزآبادی، القاموس المحیط، ص ١٠٠٦

(٦) ابن الصلاح، ابو عمر و عثمان بن عبد الرحمان، علوم الحدیث، دارالفکر، دمشق، ص ۵۱

(۷) القاسمی، شیخ جمال الدین، قواعد التحدیث، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت، ص ۱۳۳

(۸) النووی، محی الدین یحیی بن شرف، شرح النووی علی المسلم، بیت الافکار الدولیہ، ریاض، ص ۲۹

(۹) معضل وہ حدیث ہے جس کی سند میں دو یا زائد راوی پے در پے گرے ہوں، اور منقطع وہ حدیث ہے جس کی سند میں راوی اس طرح گرا ہو
کہ وہ معضل، مرسل یا معلق کی کسی صورت میں داخل نہ ہو۔

(۱۰) ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص ۵۳

(۱۱) الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، المستصفیٰ من علم الاصول، جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ، ۲/۲۸۱

(۱۲) الآمدی، علی بن محمد، الاحکام فی اصول الاحکام، دارالصمیعی، ریاض، ۲/۱۴۸

(۱۳) السبکی، علی بن عبد الکافی، الابہاج فی شرح المنہاج، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲/۳۷۷

(۱۴) الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ۲/۱۴۹

(۱۵) الاسنوی، جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن، نہایۃ السول فی شرح منہاج الاصول، عالم الکتب، قاہرہ، ۳/۱۹۸، ۱۹۹

(۱٦) صحابی کی مرسل روایت سے یہ مراد ہے کہ صحابی اس راوی کا ذکر نہ کرے جس نے براہ راست حضور ﷺ سے روایت سنی ہو۔

(۱۷) ملاجیون، شیخ احمد، نور الانوار، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ص۱۸۸

(۱۸) رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی عمر چودہ برس، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی نو برس اور حضرت نعمان بن بشیرؓ کی دس برس تھی۔

(۱۹) نملہ، عبد الکریم، المہذب فی اصول الفقہ المقارن، مکتبہ الرشید، ریاض، ۸۱۸/۲

(۲۰) ابن الفرکاح، تاج الدین شافعی، شرح الورقات، دار لکتب العلمیہ، بیروت، ص۱۰۱

(۲۱) الخبازی، جلال الدین ابی محمد عمر بن عمر، المغنی فی اصول الفقہ، مرکز البحث العلمیہ، مکہ مکرمہ، ص۱۹۱

(۲۲) حدیث کا حوالہ آمدہ سطور میں آرہا ہے۔

(۲۳) السرخسی، ابو بکر محمد بن احمد، اصول السرخسی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۳۷۳/۱

(۲۴) الخبازی، المغنی فی اصول الفقہ، ص۱۹۱؛ اصول السرخسی، ۳۷۳/۱

(۲۵) الجامع للترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء لا نکاح الا بولی، رقم الحدیث ۱۱۰۱، مکتبہ المعارف، ریاض

(۲۶) ملاجیون، نور الانوار، ص۱۸۹

(۲۷) التوبۃ ۹:۱۲۲

(۲۸) الحجرات ۴۹:۶

(۲۹) نملہ، المھذب فی اصول الفقہ المقارن، ۸۲۲/۲

(۳۰) الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ۱۴۹/۲

(۳۱) الصحیح لمسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم، رقم الحدیث ۲۵۳۳ باختلاف یسیر، بیت الافکار

الدولیہ، ریاض

(۳۲) شعلان، عبد الرحمان بن عبد اللہ، اصول فقہ الامام مالک، جامعہ امام محمد بن سعود، ریاض، ۲۳۷/۲

(۳۳) الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ۱۴۹/۲؛ الاسنوی، نھایۃ السول فی شرح منہاج الاصول، ۱۹۸/۳، ۱۹۹

(۳۴) ابوزہرہ، محمد، مالک حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقہہ، دار الفکر العربی، ص۳۱۵

(۳۵) الباجی، ابو الولید، احکام الفصول فی احکام الاصول، دار العرب السلامی، بیروت، ص۳۵۵

(۳۶) ابن عبد البر، ابو عمر یوسف، التمھید لمافی المؤطا من المعانی والاسانید، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۷/۱

(۳۷) ابوزہرہ، مالک، حیاتہ وعصرہ - آراؤہ وفقہہ، ص۳۱۷

(۳۸) ابو المعالی، عبد الملک بن عبد اللہ، البرہان، مطابع الدوحہ الحدیثہ، قطر، ۱/ ۶۳۴

(۳۹) الغزالی، المستصفیٰ، ۲/ ۲۸۷

(۴۰) محلی شافعی، جلال الدین، شرح الورقات فی اصول الفقہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ص ۱۸۰

(۴۱) ایضاً

(۴۲) المازری، محمد بن علی، ایضاح المحصول من برھان الاصول، ص ۴۸۷

(۴۳) نملہ، المہذب فی اصول الفقہ المقارن، ۲/ ۸۲۳

(۴۴) الرازی، فخر الدین محمد بن عمر، المحصول، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۴/ ۴۶۱

(۴۵) الغزالی، المستصفیٰ، ۲/ ۲۸۷

(۴۶) ابن قدامہ مقدسی، ابو محمد عبد اللہ بن احمد، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر، دار عالم الکتب، بیروت، ص ۶۴

(۴۷) فراء بغدادی، ابو یعلی، العدۃ فی اصول الفقہ، دار الکتب، ریاض، ۳/ ۹۰۶-۹۰۹

(۴۸) کلوذانی حنبلی، محفوظ بن احمد ابو الخطاب، التمہید فی اصول الفقہ، دار المدنی، جدہ، ۳/ ۱۳۰، ۱۳۱

(۴۹) ابن قیم، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین، دار ابن الجوزی، ریاض، ۲/ ۵۵

(۵۰) ابو زہرہ، محمد، ابن حنبل، حیاتہ وعصرہ۔ آراؤہ وفقہہ، دار الفکر العربی، ص ۲۶۷

(۵۱) فضلی، عبد الہادی، مبادئ اصول الفقہ، مؤسسہ مطبوعات دینی، قم، ص ۲۲

(۵۲) ایضا، ص ۲۸

(۵۳) ابو زہرہ، محمد، الصادق، حیاتہ وعصرہ۔ آراؤہ وفقہہ، مطبعہ احمد علی مخیمر، ص ۴۱۲

(۵۴) ابو منصور، جمال الدین الحسن بن یوسف، مبادئ الوصول الی علم الاصول،، دار الاضواء، بیروت ص ۲۰۹، ۲۱۰

(۵۵) فضلی، مبادئ اصول الفقہ، ص ۳۰، ۳۱

(۵۶) القاسمی، قواعد التحدیث، ص ۱۳۴

(۵۷) العلائی، صلاح الدین ابی سعید، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، عالم الکتب، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۷ھ، ص ۸۶

(۵۸) الطحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد، شرح معانی الآثار، عالم الکتب، بیروت، ۱۹۹۴ء، ۱/ ۹۵

(۵۹) ابن تیمیہ، تقی الدین احمد، منہاج السنۃ النبویۃ، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ، ۱۹۸۶ء، ۷/ ۴۳۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆